چوڑی والا

لکشمی کانت مہاپاترا
ترجمہ: یوسف پرویز

پھاگن کا آخری حصّہ تھا۔ چلچلاتی دھوپ میں دوپہر کے وقت ایک بوڑھا گاؤں کی طرف جارہا تھا۔ ساٹھ برس کی عمر۔ منہ میں ایک بھی دانت نہیں ۔سر کے بال تو خیر جسم کے روئیں تک سفید ہو چکے تھے۔ بوڑھا سر پر ٹوکری لیے پاؤں گھٹنوں تک دھول میں اٹے ہوئے۔شرابور جسم سے پسینہ بہہ کر ٹانگوں میں آرہا تھا۔

گاؤں کے آخر سرے پر ایک مکان ہے۔ پختہ برآمدہ۔سات سینی والی چھپر، جوڑواں دروازہ۔ بوڑھا اسی برآمدے پر بوجھ رکھ کر تھکا ہارا بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد ملازمہ اسی مکان سے نکلی، وہ بوڑھے کو پہچانتی تھی۔اس نے سوال کیا:''چوڑی والے''....کیا چوڑی لائے ہو...؟

''.... ہاں....''بوڑھے نے جواب دیا۔''بیٹا دو بوند پانی پلا دیتی۔..۔ بوڑھا آدمی....دھوپ میں حلق سوکھ رہا ہے....'' ملازمہ پانی لانے چلی گئی۔

کچھ دیر بعد ملازمہ ایک لوٹا پانی لیے واپس آئی اور بوڑھے کے قریب رکھ دیا.... بوڑھا غٹ غٹ آدھا لوٹا پانی پی گیا۔اس کے بعد اس نے ایک لمبی سانس لیتے ہوئے کہا۔''بیٹا تیرا کلیان ہو...''

''خیر ہونے دو جو ہوتا ہے۔ پر تم چلو۔ بہورانی بلاتی ہیں۔کیسی چوڑیاں ہیں دیکھیں گی''....

بوڑھا ٹوکری لیے اٹھا۔صدر دروازے پار کرتے ہی اندرونی فرش پختہ،سامنے چوپاڑی۔ بائیں جانب اندرونی دروازہ۔اسی دروازے کے پاس دلہن گھونگھٹ نکالے کھڑی تھی۔ بوڑھا ٹوکری رکھ کر کھڑا ہو گیا.....دلہن نے نرم آواز میں ملازمہ سے کہا...''پوچھ کیسی چوڑیاں ہیں...؟'' منہ زور ملازمہ نے کہا....''توبہ.... بوڑھے آدمی سے بھی اتنی شرم۔خود آ کر ٹوکری سے دیکھ لونا...'' دل لگتی بات تھی۔ دلہن آدھا گھونگھٹ ہٹا کر ہونٹوں پر ہلکی مسکراہٹ لیے خراماں خراماں آگے بڑھ کے ٹوکری کے پاس کھڑی ہوگئی۔ دلہن کا چہرہ نظر آ گیا۔ چہرہ کیا تھا بس گول سا ایک چاند۔چمپئی گورا رنگ، چار انگل چوڑے سرخ کناروں والی مور کنٹھی گہری نیلی ساڑھی پاؤں تک ڈھانک رکھی تھی۔اس کے اندر سے گول اور سڈول جسم سونے کی طرح دمکتا ہوا جھانک رہا تھا۔ بوڑھے کی نگاہیں سیر ہو گئیں۔ اتنی خوبصورت اور ایسی موہنی دلہن اس نے آج تک نہ دیکھی تھی۔ بوڑھا پلک جھپکائے بغیر حواس باختہ نظروں سے دیکھتا ہی رہ گیا۔ بوڑھے کے جی میں آیا کچھ کہے،لیکن زبان جیسے گنگ ہو کر رہ گئی تھی۔ کچھ دیر بعد زبان نے بوڑھے کا ساتھ دیا۔اس نے کہا:

''کیا لینا ہے ماں.... لے لو''۔ ماں کہہ کر پکارتے ہوئے بوڑھے کا سینہ تن گیا۔

''آسمان تارا ہے....؟ دلہن نے کہا..اُف! کتنی شیریں زبان! ایسی میٹھی بات کوئی نہیں کرتا۔ وہ آواز بار بار بوڑھے کے کانوں میں رس گھولنے لگی۔

''نہیں ماں...گل مولسری والی۔سفید بوندی والی۔عقربی زنجیر والی وغیرہ ہیں۔ان میں سے جو لینا ہو لے لو۔آسمان تارا تیار ہونے پر لا دوں گا...''

دیکھتے دیکھتے دلہن نے ایک گچھا چوڑیوں کا پسند کیا۔لیکن وہ پہنے یا نہیں یہ کون کہے۔

''لاؤ ماں ..... ہاتھ ادھر لاؤ۔ میں پہنا دوں۔'' بوڑھے نے کہا.... ''ماں! تو مجھ سے شرماتی ہے، میں تیرا بیٹا ہوں..اور بیٹے سے ماں شرمایا نہیں کرتی.....''

ملازمہ کھلکھلا کر ہنس پڑی اور کہنے لگی..... ''بہورانی نے بوڑھا بیٹا پایا...واہ ری قسمت!''

''چل دور ہو.....'' دلہن نے ہنس کر کہا....

دلہن نے ہاتھ پھیلا دیئے۔ کتنے چھوٹے اور خوبصورت ہاتھ۔ گول گول چمپا کلیوں کی طرح خوبصورت انگلیاں۔ نرم نرم گداز ہتھیلی، ان میں چوڑیاں کتنی بھلی لگتی ہیں۔ کیا یہ کسی انسان کا ہاتھ ہے۔ یا انھیں کسی خدائی کاریگر نے بنایا ہے۔ بوڑھا اپنے میلے کھردرے ہاتھوں سے ان ہاتھوں کو پکڑنے کی جرائت نہ کر پایا۔ پھر اس نے دھیرے سے بائیں ہاتھ سے پکڑ کر چوڑی پہنانے اٹھا۔ یہ ہاتھ کہیں چوڑیوں سے کٹ نہ جائیں۔ کہیں خون نہ نکل آئے۔ وہ ذرا جھجک گیا۔ پھر چوڑی اٹھا کر دھیرے دھیرے بڑی ہوشیاری کے ساتھ ماہرانہ انداز میں پہنایا۔ ان ہاتھوں کو پکڑتے ہوئے بوڑھے کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ جیسے اسے تمام تر مسرتیں مل گئیں۔ اور ساری امیدیں پوری ہوگئیں۔ پھر ان ہاتھوں کو چھوڑ دینا پڑا۔ بوڑھا سوچنے لگا۔ کاش وہ ہر روز ان ہاتھوں میں چوڑیاں پہناتا۔

اسی وقت گھر کی مالکن وہاں آموجود ہوئیں۔ ساس کو دیکھتے ہی بہو گھونگھٹ نکال کر وہاں سے چل پڑی۔ ساس نے ملازمہ سے پوچھا..''کیوں ری... چوڑیاں خرید رہی تھیں۔''

''چوڑیوں کا کیا دام''۔ بوڑھے نے انکساری سے کہا۔

''پھر بھی کتنے دوں؟'' ساس نے پر اصرار لہجے میں کہا..'' کتنے دام...؟''

''ماں سے کیا دام لوں گا...''

''کیوں رے.... ماں کیسی؟''

''یہ بچہ بہورانی کا بیٹا ہے'' ملازمہ ہنستے ہنستے بولی۔ ساس بھی ہنس دی۔

''اچھا اچھا اس بار تو دام لے جاؤ۔ دوسری بار دام نہ لینا۔ تم غریب آدمی ہو۔''

''نہیں نہیں چوڑیاں میں نے اپنی ماں کو دی ہیں۔ میں دام نہ لوں گا۔ایک گچھا چوڑیوں سے میں غریب تو نہیں ہو جاؤں گا۔'' اتنا کہتے ہوئے چوڑی والا چلا گیا۔ بلانے پر بھی نہ سنا۔خادمہ دوڑتی ہوئی پیچھے گئی۔لیکن اس نے پلٹ کر نہ دیکھا۔

اس دن سے بوڑھا چوڑی والا ہر دوسرے تیسرے روز ضرور گاؤں آتا۔ چوڑیاں تو روزمرہ کے استعمال کی چیز نہیں کہ لوگ روز خریدیں ۔وقت بے وقت پرب تہوار میں کوئی نئ چوڑیاں ڈھونڈتا ہے۔ بے چارہ بوڑھا دروازہ دروازہ گھومتا ہوا چلا جاتا۔لیکن چوڑیاں بیچنا بوڑھے کا منشا نہ ہوتی۔ وہ آتا تھا تو محض اپنی اس ماں کو دیکھنے۔جس دن آتا کسی سے کچھ کہے بغیر دروازے تک آتا۔ بوجھ اتارنے کی ضرورت نہ ہوتی۔صرف با آواز بلند پکارتا۔''نئ چوڑیاں لوگے''۔اس کی آواز سنتے ہی دلہن جہاں بھی ہوتی جلدی سے دروازے کے پاس آکر تھوڑی دیر کھڑی ہو جاتی۔ بوڑھا ایک پل دیکھتا اور دیکھتے ہی اس کا جی بھر جاتا۔ پوچھتا۔''ماں چوڑیاں لوگی...؟ بوڑھے کی خواہش ہوتی کاش وہ لینے کہہ دے تو وہ اپنی ماں کے چمپئی ہاتھوں میں چوڑیاں پہنا دے۔لیکن دلہن انکار میں سر ہلا دیتی۔ بوڑھا واپس چلا جاتا۔

کبھی کبھی دلہن کے آنے میں دیر ہو جاتی تو ملازمہ شور مچاتی....

''بہورانی تمہارا بیٹا آیا ہے۔'' بوڑھا دو چار بار ''نئ چوڑیاں لوگے'' کی آواز لگاتے ہی اس کی ''ماں'' آکر کھڑی ہو جاتی۔ بوڑھا جب جب آتا یہی بات دہرائی جاتی.... بوڑھا واپسی میں سوچتا ....''ماں کا جی آسمان تارا میں اٹکا ہوا ہے۔کب ایک گچھا تیار کر کے لاؤں گا۔آخر کار اس نے فیصلہ کیا کہ آئندہ ''رج شنکرانتی'' کے موقع پر ماں کے لیے ''آسمان تارا'' ایک گچھا لاؤں گا۔ وہ نئ چوڑیاں پہنے گی۔ مجھے ہاتھ دکھائے گی۔میں چوڑیاں پہناؤں گا۔

یہ سوچتے ہی بوڑھے کا دل نشاط و انبساط سے بھر جاتا۔ بوڑھا ''رج شنکرانتی'' کا منتظر رہا۔ اس بار ''رج شنکرانتی'' اس کے لیے بڑی مسرتوں کا دن ہوگا۔ وہ آسمان تارا لائے گا۔ اور ماں کس قدر خوش ہوگی۔

بیسا کھ آیا۔ ایک تو بوڑھا آدمی، اس پر ہر روز دھوپ میں دُور دُور تک چلنا اور پانی پینا یہ سب اس کے بوڑھے جسم پر برداشت نہ ہوسکا۔ بوڑھے کو بخار آیا۔ دیکھتے دیکھتے بخار نے شدت اختیار کی۔ ہاتھ پاؤں متورم ہوگئے۔ سبھوں نے کہا، اب بوڑھا جانبر نہ ہوسکے گا۔ لیکن بوڑھا ان باتوں سے بے نیاز ہر وقت سوچا کرتا تھا... ''کب سے وہ ماں کو دیکھنے نہیں جاسکا'' اور یہ سوچ کر وہ دل مسوس رہا تھا۔

پھر دیکھتے دیکھتے ''رج شنکرانتی'' اتنے قریب آ گیا۔ بوڑھا دو ماہ ہوئے ماں کو دیکھنے نہیں جا سکا تھا۔ چل سکتا تو کسی طرح بھی جا کر دیکھ آتا۔ لیکن ''رج شنکرانتی'' میں ایک گچھا ''آسمان تارا'' ضرور دینا ہوگا۔ بوڑھے نے بڑی تکلیف سے بیٹھ کر خود اپنے ہاتھوں چوڑیاں تیار کیں اور کسی کے ہاتھوں کی بنی چوڑیاں شاید ماں کو پسند نہ آئیں۔ ساٹھ برسوں کے تجربے میں اس نے جو بھی مہارت حاصل کی تھی وہ سب اس نے یہاں صرف کر دیے۔ بھلے ایک دن کا کام چار دن میں ہو لیکن ہو بہت شاندار۔ ''رج'' کو دو دن باقی تھے۔ کام ختم ہوگیا۔ جیسی نیت ویسا ہی پھل۔ ایسی ساخت کی چوڑیاں اس کے ہاتھوں سے کبھی نہ بن پائیں تھیں۔ چوڑیوں کو دیکھ کر اس کا دل باغ باغ ہوگیا۔ یہ چوڑیاں اس کی اسکے ہاتھوں میں خوب جچیں گی۔

رج شنکرانتی کا پہلا دن ''پہلی رج'' کہلاتا ہے۔ اس دن بہو بیٹیاں نئی چوڑیاں، نئے کپڑے پہنتی ہیں۔ رات بھر بوڑھے کو نیند نہ آئی۔ صبح اٹھتے ہی بوڑھے نے سوچا کہ وہ چل نہیں پا رہا ہے۔ کیا کرے گا۔ کوئی لے جائے گا تو ٹھیک ہوگا۔ بہت دن ہوئے ماں کو نہ دیکھا۔ سچ مچ کیا میں اس بیماری سے اچھا ہو پاؤں گا۔ جاؤں ایک بار دیکھ آؤں اور ماں کے ہاتھوں میں چوڑیاں پہنا آؤں۔

اس نے سوچا۔ ماں کے ہاتھ یاد آتے ہی بوڑھے کے جسم میں بھرپور طاقت عود کر آئی۔ جلدی جلدی دو چار لقمہ زہر مار کر کے چوڑیوں کو باندھ کر نکل پڑا۔ بڑی تکلیف سے قدم اٹھاتا ہوا چلتا رہا۔ پانچ کوس راستہ طے کرنے میں دن ڈھل گیا۔

بوڑھا جہاں رک کر آواز دیا کرتا تھا وہیں جا کھڑا ہوا۔ دل میں کتنی خوشی کتنے ارمان! بوڑھے نے آواز دی...'ماں چوڑیاں لوگی نا؟'' پھر بھی کوئی نہ آیا۔ بوڑھا بے چین ہو گیا۔ وہ دو بار آواز دے چکا تھا۔ کوئی جواب ہی نہیں دیتا۔ ایک بار پکارنے پر اس کی ماں چوکھٹ پر آ کھڑی ہوتی تھی۔

پھر آواز دی۔

''ماں ... میں آیا ہوں .... تیرے لیے چوڑیاں لایا ہوں .....'' اس بار مالکن خود باہر نکل آئیں۔ ان کے پیچھے پیچھے وہی ملازمہ۔ مالکن کو دیکھ کر بوڑھے نے استفسار کیا۔

''میری ماں کہاں ہے؟'' میں اسکے لیے'' آسمان تارا'' لایا ہوں۔ رج میں پہنے گی...''

ملازمہ تو اتنی دیر میں شور مچا کر آسمان سر پر اٹھا لیتی۔ وہ بھی خاموش تھی۔

''نا....اب چوڑیوں کی ضرورت نہیں'' مالکن نے اداس لہجے میں کہا۔

''نہیں نہیں .....میں اپنی ماں کے لئے بڑے ارمان سے لایا ہوں۔'' بوڑھے نے لجاجت سے کہا۔

''نہیں .... چوڑی کوئی نہیں لے گا۔ جاؤ'' مالکن نے کہا۔

''ٹھیک ہے چوڑیاں نہ لو۔ پر مہربانی کر کے ذرا بلا دو۔ میں ذرا دیکھ لوں۔ کب سے نہیں دیکھا۔''

''ملاقات نہیں ہو سکے گی۔'' مالکن نے ترش رو ہو کر کہا۔ بوڑھے کے سر پر گویا بجلی گری۔

''ملاقات نہیں ہو سکے گی؟ میں اپنی ماں کو ایک نظر بھی نہ دیکھ پاؤں گا؟'' بوڑھے کی آنکھیں بھر آئیں۔

''صرف ایک بار دیکھوں گا۔ اب شاید میں زندہ نہ رہوں گا۔'' اس نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

''جا.... بہو کو بلا دے...'' مالکن نے نوکرانی سے کہا۔ نوکرانی چلی گئی۔ کچھ دیر بعد بہو آکر دروازے کے پاس کھڑی ہوگئی۔ ہمیشہ وہ اسی جگہ کھڑی ہوتی تھی۔ کھڑی ہو کر بوڑھے کی طرف دیکھ لیتی۔ اس کے متبسم چہرے کو دیکھ کر بوڑھے کی خوشی کی انتہا نہ رہتی۔ آج وہ آکر خاموش کھڑی ہوگئی۔ وہ چار انگلی چوڑے سرخ کناروں والی مور کنٹھی نہیں کہ وہ کمبھ کناروں والی دکنی پاٹ کی ساڑھی نہیں۔ دونوں پاؤں ننگے، جسم پر ایک سفید کپڑا، بوڑھا کانپ اٹھا۔ اس کا سر چکرانے لگا۔ اس نے آنکھ بند کر لیں۔

چند ثانیہ بعد اس نے آنکھیں کھولیں..... دلہن کا ہاتھ نظر آیا.... ہاتھ سپاٹ تھے۔ بوڑھا پھوٹ پھوٹ کر رو اٹھا اور کہنے لگا'' ماں.......نہ مر کر میں تجھے کیوں دیکھنے آیا..؟ کیا یہی دیکھنا تھا مجھے۔''

بوڑھا آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ بڑے چاؤ بڑے ارمان سے لائی ہوئی چوڑیوں کو اس نے انگوچھے سے کھول کر باہر پٹک دیئے۔ چوڑیاں ٹوٹ گئیں۔ اور وہ پلٹ کر چلا گیا۔
ساس اور خادمہ چیخ کر رو پڑیں۔

۱۔ پڑھیے اور سمجھیے:

شرابور جسم	:	پسینے سے ڈوبا ہوا جسم
خراماں خراماں چلنا	:	آہستہ آہستہ چلنا
حواس باختہ	:	گھبرایا ہوا
انکساری	:	عاجزی
روزمرہ	:	ہر روز۔ ہمیشہ
نشاط و انبساط	:	خوشی
جاں بر ہونا	:	مرتے مرتے بچ جانا
لجاجت	:	منت

مشق

۲۔ سوچیے اور بتائیے:

(i) چوڑی والے نے چوڑیوں کی قیمت لینے سے کیوں انکار کر دیا؟

(ii) ہر دوسرے تیسرے دن چوڑی والا دلہن کے گھر چوڑیاں لے کر کیوں آتا تھا؟

(iii) دلہن کو کون سی چوڑی پسند تھی؟ اور چوڑی والے نے کب لانے کا فیصلہ کیا؟

(iv) ساس نے کیوں منع کیا کہ ''اب چوڑیوں کی ضرورت نہیں''؟

(v) بوڑھے نے چوڑیوں کو کیوں توڑ دیا؟

۳۔ نیچے دیے گیے الفاظ کو جملوں میں استعمال کیجیے:

نگاہ۔ مسرت۔ لجاجت۔ مہارت۔ خراماں خراماں۔ نشاط و انبساط۔ منتظر